آغا شورش کاشمیری: ایک عہد ساز شخصیت

مولانا مشتاق احمد چنیوٹی (مدرس جامعہ عربیہ چنیوٹ)

آغا شورش کاشمیری ایک مجموعۂ صفات شخصیت تھے۔ صحافت، شعروادب، خطابت وسیاست ان چاروں شعبوں کے وہ شہسوار تھے۔ اشعار وادبی تراکیب کا استعمال وہ اس طرح کرتے تھے کہ انگوٹھی میں نگینہ جڑتے محسوس ہوتا تھا۔ فصیح و بلیغ اتنے کہ ان کے متعلق کہا جا سکتا ہے:

تم نے جادوگر اسے کیوں کہہ دیا
دہلوی ہے داغ، بنگالی نہیں

آغا شورش نے ایک متوسط گھرانہ میں جنم لیا اور بمشکل میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ زمانہ تعلیم میں روزنامہ "زمیندار" پڑھنے کا معمول تھا۔ جس کے نتیجہ میں ان کا ادبی ذوق پختہ ہوگیا اور وہ مولانا ظفر علی خان مرحوم کے گرویدہ ہوگئے۔ صحافت اور ادب میں ان کا رنگ اختیار کیا۔ مولانا ظفر علی خان کی طرح آغا شورش بھی بدیہہ گوئی اور سیاسی نظمیں کہنے میں اتارو تھے۔ انھوں نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا ابوالکلام آزادؒ سے بھی کسبِ فیض کیا۔ خطابت میں وہ ان تینوں بزرگوں کا رنگ رکھتے تھے۔ ایک خطیب میں جن اوصاف کا ہونا ضروری ہے وہ ان میں بدرجۂ اتم موجود تھے۔ وہ ان خطیبوں میں سے ایک تھے جن کی خطابت لوک داستانوں کی حیثیت اختیار کرگئی ہے۔ لوگ آج بھی آغا شورش کی خطابت کا تذکرہ کرتے اور سر دھنتے نظر آتے ہیں۔

آغا شورش نے اپنی عملی زندگی کا آغاز مجلس احرار اسلام میں شمولیت سے کیا اور تقریباً پندرہ سال کی عمر میں قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان میں مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے انگریز کے خلاف ایک زبردست تقریر کی جس کے نتیجے میں انھیں پولیس کے بے پناہ تشدد کا نشانہ بننا پڑا لیکن ان کا یہ ذوقِ جنوں پختہ تر ہوتا چلا گیا۔

یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

دورِ حکومت میں تحریکِ آزادی میں حصہ لینے کے جرم میں انھیں مجموعی طور پر دس سال قید و بند کا سامنا کرنا پڑا۔ انھوں نے اپنی قربانیوں کا تذکرہ درج ذیل اشعار میں کیا ہے۔

ہم نے اس وقت سیاست میں قدم رکھا تھا
جب سیاست کا صلہ آہنی زنجیریں تھیں
سرفروشوں کے لیے دار و رسن قائم تھے
خان زادوں کے لیے مفت کی جاگیریں تھیں

آغا شورش نے جنوری 1949ء میں ہفت روزہ "چٹان" کا اجراء کیا اور اسے بامِ عروج تک پہنچایا۔ "چٹان" ایک زمانہ میں مقبولِ عام پرچہ تھا اور لوگ اسے سیل پوائنٹ سے قطار میں لگ کر حاصل کیا کرتے تھے۔ حالاتِ حاضرہ کا تجزیہ قلم قتلے، تازہ نظم وغزل، کتابوں پر تبصرہ مختلف قلمی ناموں سے ادبی کالم آغا شورش خود لکھتے تھے۔ ان کے علاوہ بھی کئی مضامین ان کے قلم سے نکلتے رہتے تھے۔ تحریر و تقریر کے ذریعے غلط کار حکمرانوں، سیاست دانوں کو ٹوکنا، جعلی علماء اور پیروں کا محاسبہ کرنا، قادیانیت کا سیاسی تعاقب کرنا اور ان کی سازشوں کو بے نقاب کرنا ان کا دم آخر تک معمول رہا۔ اس حق گوئی کے نتیجے میں انھیں وقتاً فوقتاً جیل کا سامنا کرنا پڑا۔ صدر ایوب جیسے آمر کو انھوں نے 45 دن کی بھوک ہڑتال کرکے ہلا دیا۔ آمر حکومت آخر کار ان کے سامنے جھکنے اور انھیں رہا کرنے پر مجبور ہوگئی۔ "چٹان" کا ڈیکلریشن کئی بار منسوخ کیا گیا لیکن انھوں نے کبھی نفع نقصان کی پروا نہیں کی۔

صدر ایوب کے دور کے خاتمہ پر انھوں نے ایک "ساقی نامہ" لکھا۔ جو ہر آمر کے سیاہ دور کی روئداد ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

آغا شورش نے عالمی حالات کی تبدیلی میں سامراجی کردار کا بھی خوب تجزیہ کیا ہے۔ ان کی نظمیں قاری کو سوچنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ وہ "چچا سام" میں لکھتے ہیں:

اس کرۂ ارضی پہ علم تیرا گڑا
اور نام بڑا ہے
لیکن تری دانش ہے سیاست میں ابھی خام
افسوس چچا سام
ویتنام ترے طرفہ نوادر میں ہے شہ کار
گو اس کو پڑی مار
کچھ اور بھی کمزور ممالک ہیں تہ دام

افسوس چچا سام

دولت تری مشرق کے لیے خنجر قاتل

اقوام ہیں بسمل

ڈالر ترا ڈالر نہیں دشنام ہے دشنام

افسوس چچا سام

آغا شورش کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ 1965ء کی جنگ کے دوران انھوں نے اعلیٰ معیار کے بیسیوں جہادی ترانے تحریر کیے جو کہ ریڈیو پاکستان سے نشر ہو کر افواج پاکستان کے حوصلے بلند کرتے رہے۔ان ترانوں اور نظموں کا مجموعہ بعد میں ''الجہاد والجہاد'' کے نام سے شائع ہوا۔

آغا شورش کاشمیری صحافت وسیاست میں بے ضمیر اور خوشامدی ٹولہ سے بہت بیزار رہتے تھے۔اس گروہ کو وہ طنزاً ''انجمن ستائش باہمی'' کے نام سے پکارتے تھے۔شاید یہی وجہ ہے کہ اس ''انجمن ستائش باہمی'' کے ارکان نے آغا شورش سے خوفناک انتقام لیا ہے۔ادب وصحافت کی تاریخ کی کتابیں آغا شورش کے تذکرہ سے اسی طرح خالی ہیں جس طرح خوشامدی ''ضمیر'' سے خالی ہوتے ہیں۔

آغا شورش نے قادیانیت کے خلاف محاذ سنبھالا اور قادیانیوں کی سیاسی سازشوں کا وہ تن تنہا 1935ء سے 1974ء تک قلع قمع کرنے میں مصروف رہے۔کبھی وہ حکمرانوں کو متوجہ کرتے تھے تو کبھی تحریر وتقریر کے ذریعے عوام الناس کو بیدار کرتے تھے۔وہ مولانا محمد علی جالندھریؒ کے ہم عصر اور بعض حوالوں سے ان سے سینئر تھے۔انھوں نے جس خوبصورت انداز میں مولانا جالندھری کو قادیانی اندازِ ارتداد کی طرف متوجہ کیا وہ انہی کا حصہ تھا۔

آغا شورش نے اگرچہ ایک مخصوص پس منظر میں پاکستانی سیاست کے ''اُس بازار'' کی منظر کشی کی تھی لیکن وہ منظر کشی آج کے دور میں زیادہ واضح صورت میں منطبق ہوتی ہے۔آپ لکھتے ہیں:

اسلام کا متوالا، پاکستان کا شیدائی، عقیدۂ ختم نبوت کا محافظ، خود فروشوں اور بے ضمیروں کا نقاد 25/اکتوبر 1975ء کو اس دارِ فانی سے کوچ کر گیا۔رہے نام اللہ کا